تہ بند، پاجامہ وغیرہ ٹخنے سے نیچے رکھنا شرعاً ناجائز ہے

ایک مغالطہ اور اس کا تحقیقی جواب

(حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے)

شلوار، پاجامے، تہ بند، پتلون کے ٹخنوں سے نیچے رکھنے کو موجودہ الحادی تہذیب کا ایک جز سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس سے کلی اجتناب لازم ہے

آج سے پون صدی قبل مسلمانوں میں اس فیشن کو رواج دینے اور اس کی شرعی اہمیت کو کم کرنے کی غرض سے سر سید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی نے اپنے ماہوار رسالہ تہذیب الاخلاق میں ایک مغالطہ آمیز اور تمسخر انگیز شبہ وارد کیا تھا۔ جس کا جواب اسی وقت جماعت اہل حدیث کے مشہور وسیع النظر اور جید عالم حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں تحریر فرما دیا تھا۔ چوں کہ اب بھی تجدد پسندوں کی طرف سے سر سید کا یہی مغالطہ عموماً پیش کیا جاتا ہے اس لئے مولانا بٹالویؒ کا یہ مقالہ ہم رحیق میں بھی شائع کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ نئے مغالطہ باز حضرات وقتاً فوقتاً جو ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔ علمائے کرام خصوصاً علمائے اہل حدیث بارہا ان کی قلعی کھول چکے ہیں۔

سر سید نے لکھا تھا۔

”عرب میں رواج تھا کہ متمول اور سردار بہ نظر افتخار و تکبر و غرور کے ازار کو ٹخنے سے نیچے زمین پر گھسٹتے ہوئے پہنا کرتے تھے اور یہ امر گویا نشان ان کے تکبر و غرور کا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنے سے نیچے ازار کو منع فرمایا جس کا مقصود تکبّر و غرور کو منع کرنا تھا۔ ہمارے ہاں کے علما نے ٹھیک یہودیوں کی طرح لفظی پیروی کر کے ٹخنے سے نیچے ازار پہننے والے کو گو وہ کیسا ہی مسکین و بے غرور و منکسر ہو اور وہ تکبّر و غرور کا نشان باقی نہ رکھا رہا ہو جہنم میں ڈال دیا اور لوگوں کو تعجب میں

ڈالا کہ یہ کیسا مذہب ہے کہ دو انگل اونچے ازار سے بہشت ملتی ہے اور دو انگل نیچے پہننے سے دوزخ میں ڈالا جاتا ہے"

(اشاعۃ السنۃ ص۲۹۵ ع۱۰ جلد ۲ بحوالہ تہذیب الاخلاق سرسید بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۶ھ مئی ۱۸۷۹ء)

اس کا مدلل جواب مولانا نے تحریر فرمایا جسے ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے اس کے بعد نفس مسئلہ کی قدرے مزید تفصیل بتوفیقہ تعالٰی ہم بھی عرض کریں گے۔ (رحیق)

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۲۷۳[1] میں لباس و زینت کے احکام میں فرمایا ہے۔

اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عادات العجم وتعمقاتہم فی الاطمینات بلذات الدنیا فحرم رؤسہا واصولہا۔ وکرہ ما دون ذلک۔ لانہ علم ان ذلک مفضی الی نسیان الآخرۃ مستلزم للاکثار من طلب الدنیا فمن تلک الرؤس اللباس الفاخر فان ذلک اکبر ہمہم واعظم فخرہم والبحث عنہ من وجوہ منہا الاسبال فی القمص والسراویلات فانہ لا یقصد بذلک الستر والتجمل الذین ہما المقصودان فی اللباس وانما یقصد بذلک الفخر واراءۃ الغنی ونحو ذلک

تو جان لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب عادات اور ان کی لذات میں مطمئن ہو بیٹھنے کے استغراق کو دیکھا تو ان کے اصول کو حرام کر دیا اور جو ان سے کچھ کم تھے ان کو مکروہ ٹھہرایا اس کا سر یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ اس استغراق کا انجام آخرت کو بھول جانا ہے اور دنیا کی طلب بکثرت کرنا پس منجملہ ان اصول کے استغراق لباس فاخر تھا کیونکہ اس کی طرف ان کی بڑی توجہ تھی اور وہ ان کا بڑا باعثِ فخر۔ اس لباسِ فاخر کی کئی صورتیں ہیں ازانجملہ پاجامہ اور کرتہ (وغیرہ) قدر ضرورت سے زیادہ دراز رکھنا اور گھسٹتے ہوئے چلنا اس فعل سے نہ پردہ پوشی مقصود ہوتی ہے نہ زینت بلکہ فخر اور دولت کی نمائش۔ اس لئے کہ زینت (یا پردہ پوشی) تو اتنی مقدار میں حاصل ہوتی ہے"

---

[1] مطبوعہ صدیقی بریلی و ص ۱۷۹ ج ۲ مطبوعہ منیریہ مصر (رحیق)

والتجمل ليس الا في القدر الذي
يساوي البدن قال صلى الله
عليه وسلم لا ينظر الله
يوم القيامة الى من جر ازاره
بطراً وقال صلعم ازرة
المومن الى انصاف ساقيه
لاجناح عليه فيما بينه
وبين الكعبين وما اسفل
ففي النار۔

جو بدن کے برابر ہے اس سے زیادہ لٹکانا
اور زمین پر گھسٹتے ہوئے چلنا بجز ارادہ فخر و
نمائش کچھ معنی نہیں رکھتا اسی نظر سے آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کی
طرف نگاہ نہیں کرتا جو فخراً ازار گھسٹتا ہوا چلتا
ہے اور ارشاد فرمایا مومن کے لئے نصف پنڈلی
تک ازار کافی ہے اور جو اس سے نیچے
اور ٹخنے سے اونچی رکھے اس پر بھی
گناہ نہیں ہے۔

جناب شاہ صاحب نے نیچے ازار رکھنے کا فخر و نمائش پر مبنی ہونا اس طرح بیان کیا ہے کہ ان دونوں میں تلازم ثابت کر دیا اور اس فعل کو ملزوم فخر۔ اور فخر کو اس کا لازم بنا دیا اور یہ قاعدہ بتا دیا کہ قدر حاجت سے زائد لباس جس سے نہ زینت متصور ہے نہ ستر مقصود ہو سکتا ہے جو کوئی پہنے گا عرب کا باشندہ ہو خواہ عجم کا، زمانہ حال کا ہو خواہ زمانہ قدیم کا۔ وحشی قوم سے ہو خواہ مہذبین سے۔ اس کا مقصود بجز فخر و نمائش اور کچھ نہ ہوگا[1] اور اس بات کو ہم خود بھی مشاہدہ و تجربہ کر رہے ہیں۔ دیکھو ولایتی[2] لوگ جو کرتہ کی آستینیں دو دو بالشت کف دست سے نیچے رکھتے ہیں اور بیس بیس گز کی شلواریں پہنتے ہیں جو پشت قدم کو ڈھانک لیتی ہیں۔ ان کا مقصود بجز فخر و نمائش کچھ نہیں ہوتا اور جن صاحبوں کی پتلونیں پاؤں پر گری رہتی ہیں بلکہ بوٹ کی ایڑیوں کے نیچے دب کر کٹ جاتی ہیں اور جو عورتیں گون اتنا دراز پہنتی ہیں جو مٹی میں گھسٹتا جاتا ہے اور خاک میں خراب ہوتا ہے اور جو دہلی و لکھنؤ کی عورتیں بڑے بڑے کلیوں کے پاجامے پہنتی ہیں۔ ان کا مقصود بھی بجز نمائش کچھ زینت یا ستر نہیں ہوتا۔ ستر اس لئے نہیں کہ وہ محل ستر سے زاید ہوتا ہے۔ اسی زیادتی و نامساواتی بدن کے سبب وہ زینت بھی نہیں رہتا بلکہ بدنما معلوم ہوتا ہے جس کو وہ لوگ بھی دل سے برا مانتے ہیں اور بحکم عقل نامناسب خیال کرتے ہیں

---

[1] یہی بات امام ابوبکر ابن العربی المالکی نے عارضۃ الاحوذی (ج۷ ص۲۳۸) میں فرمائی ہے جسے حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری (ج۱۰ ص۲۵۴) میں تسلیماً نقل کیا ہے (رحیق)

[2] جن دنوں یہ تحریر لکھی گئی تھی اس زمانے میں کابل کے پٹھانوں کو ولایتی کہا جاتا تھا یہاں وہی مراد ہیں (رحیق)

گو بہ پابندی فخر اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔

ہاں اس میں شک و انکار نہیں کیا جاتا کہ اس فعل کے بعض مرتکب اس فعل کا ارتکاب قصد و تحری سے نہیں کرتے اور نہ فخر و نمائش کا وہ ارادہ رکھتے ہیں بلکہ فقط عادت و رواج عام کے پابند ہیں یا کوئی پابندی نہیں رکھتے جیسا مل گیا اچھا یا برا، کم یا زیادہ ویسا ہی پہن لیتے ہیں۔ ان کی نسبت ہم غرور و فخر کو تجویز نہیں کرتے اور ان کے دراز کپڑے میں وہ علتِ تحریم قایم کر سکتے ہیں ولیکن مع ذلک سیاست ملیۃ (شرعی سیاست) کا حکم ان کے ایسے لباس کے متعلق بھی وہی تحریم و ممانعت پاتے ہیں اور ان متواضعین منکسرین کا بھی ایسے متکبرانہ لباس سے روکنا مطلوب شارع دیکھتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے لباس میں وہ علت تحریم (یعنی فخر و نمائش) پائی جاتی ہے۔ بلکہ وجوہات اس کی کئی اور ہیں جن کی تاثیر اس علت کی تاثیر سے کچھ کم نہیں ہے بلکہ منجملہ ان کے بعض وجوہات اس علت کے اسباب و ذرائع سے ہیں۔ از انجملہ یہ کہ ان متواضعین کو فاسقین کی ہیئت و لباس سے (جو ظاہراً اطاعت شریعت سے بغاوت کی نشانی ہے) احتراز لازم ہے اور اپنے بدن پر شعار اطاعت کا قائم کرنا واجب۔ اور از ان جملہ یہ کہ ان کے متکبرانہ لباس اختیار کرنے سے (گو تکبر کی نیّت سے نہ ہو) متکبرین کو بھی یہ بہانہ عدم تکبری تکبّر و تفاخر کی گنجائش باقی رہتی ہے و از ان جملہ یہ کہ ان کے لباس کی ترویج سے غرض شارع جو اس حکم سے مطلوب ہے (یعنی بیخ کنی تفاخر) حاصل نہیں ہوتی و از ان جملہ یہ کہ بدوں ممانعت کلی اس حکم کی عظمت و سیاست لوگوں کے دلوں پر نہیں جمتی اس لئے کہ فروعات (یعنی لباس فاخر کے مفاسد) کا ازالہ بدوں قلع قمع اصل (یعنی لباس فاخرہ) کے ممکن نہیں ان وجوہات کی نظر سے مسکین و متواضعین کے لباس کو بھی وہ حکم شرعی شامل ہے گو اس میں وہ علت (تفاخر) پائی نہیں جاتی۔

اور بجز شارع و واضعِ قانونِ شریعت اور کسی کا یہ منصب نہیں ہے کہ قانون عام شریعت سے کسی فرد کو مستثنےٰ کر دے اور جہاں اس حکم کی علت جس کا مدار حکم ہونا منصوص نہ ہو نہ پاوے وہاں سے اس حکم کو باوجودیکہ نص اسکو شامل ہو اٹھا دے۔

تخصیص و استثنا کا حق صرف شارع کو ہے۔

یہ منصب ہے تو شارع ہی کا ہے جو حقیقت حکم اور محل حکم سے بخوبی واقف ہے اور ضرر و نفع حال و مآل کو پہچانتا ہے اور اس کی تخصیص و استثنا کرنے

کے بعد بھی اس قانون کا عموم بقیہ افراد اور محلوں سے نہیں اٹھ جاتا اور سوائے ان محلوں کے جن کو شارع نے مستثنیٰ کیا کسی اور محل کے مستثنیٰ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا و بناءً علیہ اس حکم کی عظمت و سیاست کا ازالہ نہیں ہوتا۔ اور نہ غرض (مقصود حکم (جس کے فوت ہونے کا دوسرے کے تصرف سے ڈر تھا) یہاں فوت ہوتا ہے جس محل یا فرد کو شارع مقنن قانونِ شریعت نے مستثنیٰ کیا وہ مستثنیٰ رہے گا اس کے سوائے اور محلوں اور فردوں میں حکم شارعؑ اسی عظمت و سیاست و شان و شوکت سے قائم رہے گا۔

اس کی مثال آنحضرت کا ٹخنے سے نیچے ازار رکھنے کی ممانعت سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو مستثنیٰ[1] کرنا ہے اور نورِ نبوت کے ذریعہ سے ان کا سینہ فخر و تکبّر سے خالی دیکھ کر ازار کے نیچے ہو جانے میں (جو ان کی فربہیٔ[2] شکم کے سبب تھا) معذور رکھنا۔

دوسری مثال خزیمہ انصاری کی شہادت کو اس قانونِ شہادت سے (کہ گواہ کم سے کم دو ہوں) مستثنیٰ کرنا اور اکیلے خزیمہ کی شہادت کو قبول فرمانا۔

تیسری مثال عقبہ بن عامرؓ اور ابو بردہ بن نیارؓ کے یک سالہ گوسفند کی قربانی کو اس حکم قربانی سے کہ بکری ہو تو کم سے کم مسنہ[3] (یعنی دو سال کی) ہو مستثنیٰ کرنا اور ان کو یک سالہ گوسفند قربانی کرنے کی اجازت دینا و قس علی ہذا۔

---

[1] صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی فخر سے کپڑا گھسیٹتا ہوا چلے گا خدا قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ کرے گا تو حضرت ابوبکر بولے۔ یا رسول اللہ میری ازار (کبھی) ڈھیلی ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ میں کوشش و دھیان میں لگا ہوں سنبھالی نہیں جاتی۔ آنحضرت نے فرمایا انک لست ممن یفعلہ خیلاء۔ یعنی تو تکبر و فخر سے نہیں لٹکاتا (حاشیہ از مولانا مرحوم) "احیانا" کا لفظ مسند امام احمد (ص۱۵۵ ج ۹) میں ہے جس کی تشریح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ فکان شدہ کان ینحل اذا تحرک بمشی او غیرہ بغیر اختیارہ (فتح الباری ص۲۲۹ جلد ۵) اور

[2] معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے۔ فتح الباری میں تو یہ ہے کان سبب استرخائہ نحافۃ جسم ابی بکرؓ پھر طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کان ابوبکر رجلاً نحیفاً (فتح الباری ص۲۲۹ جلد ۵ طبع دہلی) (رحیق)

[3] جمہور علمائے محدثین اور اہل لغت اس پر ہیں کہ مسنہ دو سالہ ہے اور جذعہ یک سالہ۔ دیکھو شرح مسلم نووی قسطلانی و دراری مضیئہ۔ قاموس صراح وغیرہ۔ اور جو عوام میں مشہور ہے کہ قربانی کے لئے گوسفند یک سالہ چاہیے اور بھیڑ ششماہہ۔ یہ حنفیہ کا قول ہے جس کا مستند بجز قول وکیع (جو ترمذی میں منقول ہے) اور کوئی نہیں۔ عوام کو مسئلہ قربانی پر مطلع کرنے کے لئے ہم نے ...... یہ بتا دیا ہے (حاشیہ از مولانا)

اور اگر یہ منصب سوائے شارع کے اوروں کو مل جاوے اور ان کو تخصیص اور مستثنیٰ کرنے کا اختیار حاصل ہو تو احکام شریعت (بجز چند احکام جن کی علت معلوم نہیں) سب کے سب درہم برہم ہو جائیں جس کا جی چاہے وہ عمومات احکام میں تخصیص لگا دے اور اس بہانے[1] سے کہ یہاں اس حکم کی علت نہیں پائی جاتی جس محل کو چاہے حکم عام سے مستثنیٰ کر دے اس طریق سے شراب، زنا۔ نکاح۔ محارم (ماں، بہن) جمع بین الاخوات (یعنی ایک کے نکاح میں دو تین ہمشیرہ کا جمع کرنا) سبھی حلال کر دے۔

شراب کے حلال بنا دینے کی صورت اس طریق پر یہ ہے کہ شراب بعلت سکر (نشہ) حرام ہوئی ہے چنانچہ نص شارع میں اس علت پر تصریح ہے اب اگر لوگوں کو یہ اختیار ملے کہ جہاں یہ علت نہ پائی جائے وہاں سے حرمت شراب کا حکم اٹھا دیں۔ تو تھوڑی شراب جو نشہ نہ دے فقط صحت و تقویت کا فائدہ بخشنے عموماً جائز و جاری ہو جائے۔ چنانچہ جنہوں نے یہ سمجھا۔ تھوڑی شراب کو جائز کر لیا اور نوش فرمایا (جن کا ذکر غزالی نے المنقذ من الضلال میں کیا ہے۔

انما نهى عن الخمر لانها	بعض لوگ کہتے ہیں شراب اس واسطے
تورث العداوة والبغضاء	منع ہے کہ وہ آپس میں عداوت و بُغض
وانا بحكمتي محترز عن ذلك	پیدا کرتی ہے اور میں اپنی حکمت کے سبب
وانى اقصد به تشحين خاطرى	اس سے بچا رہتا ہوں یعنی اتنی نہیں پیتا
حتى ان ابن سينا ذكر فى وصية	کہ جس سے عقل جاتی رہے اور کسی سے
له كتب فيها انه عاهد	لڑائی کی نوبت پہنچے۔ اور میرا مقصود شراب
الله على كذا وكذا وانه ليعظم	پینے سے تیزی طبع ہے (نہ محض تلہی)
الاوضاع الشرعية ولا يقصر	جیسا کہ بوعلی سینا نے اپنی وصیت میں لکھا
فى العبادات الدينية ولا يشرب	ہے۔
الخمر تلهيا بل تداويا	
تشافيا[2]	

---

[1] جس طرح ادارہ ثقافت کر رہا ہے (رحیق) [2] المنقذ من الضلال (طبع جدید مکتبۃ الجندی مصر بتحقیق محمد جابر ص۶۲) (بین القوسین اشاعۃ السنۃ ص۱۳۱ ع۵ ج ۲ سے ماخوذ ہے)

اور جن کو بہت پینے سے نشہ نہ آوے (چنانچہ اس قسم کے لوگ بہت سنے جاتے ہیں) ان پر تھوڑی پینے کی قید بھی نہ رہے اور پھر بعض لوگ اسی دھوکہ سے کہ یہ شراب (جو ہم پینا چاہتے ہیں) تھوڑی ہے نشہ نہ دے گی بہت پینے لگیں۔ پھر رفتہ رفتہ حکم حرمت کا وجود کالعدم ہو جاوے۔ اسی طرح زنا و نکاح محارم و جمع اخوات کے حلال ہو جانے کی گنجائش اس طریق پر سمجھنی چاہیئے ایسے ہی جناب شاہ صاحب نے تھوڑی شراب کی حلت کے مفاسد بیان فرمائے ہیں۔

اس منصب تخصیص و استثناء کو غیروں کے لئے تجویز کرنے میں یہی مفاسد و ضرر دیکھ کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام شرعیہ منصوصہ میں تصرف و تغیّر کو دخل نہیں دیا اور کئی احکام کو باوجود اٹھ جانے ان کی علتوں اور سببوں کے نہیں اٹھایا۔ اس کی مثالیں بہت ہیں مگر اس مقام پر دو مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) منجملہ احکام حج ایک حکم رمل ہے (یعنی طواف میں پہلوانوں کی طرح اکڑ کر اور زور دکھا کر چلنا) جس سے مشرکین کا یہ قول (کہ مسلمان مدینہ کے بخار کے مارے آئے ہیں) رد کرنا اور اسلام کو انکی تحقیر سے بچانا مقصود تھا اور یہی امر چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بتصریح آچکا ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے اس کی مشروعیت کا سبب و علت تھا۔ پھر باوجودیکہ اس علت کا وجود (اس دن سے کہ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا اور مشرکین کو خدا نے ہلاک کر دیا) اٹھ گیا۔ یہ حکم اسلام سے اٹھایا نہیں گیا اور کسی نے زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک (اس خیال سے کہ اس حکم کی علت اٹھ چکی ہے اس کو بھی اٹھانا چاہیئے) رمل کو ترک نہیں کیا۔

> عن ابن عباس قال قدم
> رسول الله صلی الله علیه وسلم
> واصحابه فقال المشرکون
> انه یقدم علیکم وقد وھنتھم
> حمی یثرب فامرھم صلی الله
> علیه وسلم ان یرملوا الثلاثة
> رواه البخاری فی باب کیف بدء
> الرمل وزاد مسلم لیری
> المشرکین جلدھم۔ فقال
> المشرکون ھؤلاء الذین زعمتم
> ان الحمی وھنتھم ھؤلاء اجلد
> من کذا وکذا۔

قال عمر وما لنا وللرمل وانما كنا رائينا به المشركين وقد اهلكهم الله ثم قال شئ صنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا نحب ان نتركه رواه البخارى ولابى داؤد مع ذلك لا ندع شيئا كنا نفعله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال العينى يعنى اتباعا له. و قال القسطلانى لعدم اطلاعنا على حكمة وقصور عقلنا ان ادراك كنهه. وقد يكون فعله باعثا على تذكير نعمة الله على اعزاز الاسلام و اهله وقال مولينا فى حجة الله ص ۱۳۳[1] ثم خشى ان يكون له سبب اخر۔

حضرت عمر فاروقؓ کو ایک دفعہ خیال آیا تھا کہ اب ہم کو رمل کی کیا حاجت ہے یہ فعل مشرکین کو دکھانے کا تھا سو ہلاک ہو چکے ہیں۔ آخر یہ سوچا کہ اس حکم کو بخیال ارتفاع علت اٹھا دینے سے اور احکام بھی علت کے اٹھ جانے سے اٹھائے جاویں گے اور یہ بھی خیال کیا کہ شاید اس حکم کی علت کوئی اور بھی ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے اور ہم نہیں جانتے پس یہ فرمایا کہ یہ وہ کام جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری رکھا ہے (یعنی باوجودیکہ مشرکین مکہ ہلاک ہو چکے تھے۔ پھر آپؐ نے حجۃ الوداع میں بھی رمل کو ترک نہیں کیا چنانچہ صحیحین وغیرہ میں مصرح ہے) لہٰذا ہم اس کا ترک کرنا پسند نہیں کرتے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ ص۳۲۶ — ص۳۳۲ ع۱۱ ج۲ بابت ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۶ھ نومبر سنہ ۱۸۷۹ء)

رحیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی معاشرتی زندگی کے لیے جو ضابطے مقرر فرمائے ہیں ان میں سے لباس کے سلسلے میں ایک ضابطہ یہ مقرر فرمایا کہ کسی مردِ مسلمان کا تہبند اور پاجامہ وغیرہ ٹخنے سے نیچے نہ ہونے پائے۔ ایک سے زائد احادیث میں اس امر کی تصریح ہے اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ

---

[1] ایضاً ص۲۵۳ طبع بریلی و ص۱۵۲ ج۲ طبع منیریہ جلد ۲

اِلیٰ عَضَلَةِ سَاقِهٖ ثُمَّ اِلیٰ نِصْفِ سَاقِهٖ ثُمَّ اِلیٰ كَعْبِهٖ وَمَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِی النَّارِ۔ (خلاصہ یہ کہ مسلمان مرد کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی اجازت ہے کہ وہ ٹخنوں تک تہ بند کر سکتا ہے (فتح الباری ص۲۵۴ ج ۵ عن عبد اللہ بن معفل نقلاً عن الطبرانی (الترغیب والترہیب ص۳۸۸ روایۃ عن سنن النسائی من حدیث ابی ہریرۃؓ) سنن النسائی (ص۲۹۴ ج ۲ طبع المکتبۃ السلفیۃ لاہور) میں بروایت حضرت حذیفہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَاحَقَّ لِلْكَعْبَيْنِ فِی الْاِزَارِ۔ یعنی ٹخنوں کا تہ بند (یا شلوار وغیرہ) کا کوئی حق ہی نہیں۔

اس بارے میں متعدد قولی وفعلی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں۔

وضو و نماز کا خطرہ شریعت میں اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہی لگایا جا سکتا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک نمازی کو دیکھا کہ اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے ہے تو اسے فرمایا جاؤ وضو (دوبارہ) کر کے آؤ کہ مسبل ازار (حدود سے متجاوز تہ بند والے نمازی) کی نماز کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وزن نہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال بینما رجلا یصلی مسبلاً ازارہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذہب فتوضأ فذہب فتوضأ ثم جاء فقال رجل یا رسول اللہ مالک امرتہ ان یتوضأ قال انہ کان یصلی وہو مسبل ازارہ وان اللہ لا یقبل صلوٰۃ رجل مسبلا ازارہ (مشکوٰۃ باب الستر سنن ابی داؤد ص۲۴۳ ج ۱ مع العون سنن البیہقی (ص۲۴۱ ج ۲) ترغیب ترہیب ص۳۹۰ طبع دہلی)

مولانا محمد شمس الحق ؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور امام نووی سے اس کی تصحیح نقل فرمائی ہے ص۱۰۱ ج ۴ عون المعبود) پھر لکھا ہے کہ اس حدیث سے مسبل ازار نمازی کے لئے وضو نماز کا اعادہ کرنا ثابت ہوتا ہے والحدیث یدل علی تشدید امر الاسبال وان اللہ تعالیٰ لا یقبل صلوٰۃ المسبل وان علیہ ان یعید الوضوء والصلوٰۃ (عون المعبود ص۱۰۱ جلد ۴)

مولانا سید احمد حسن صاحب دہلویؒ تنقیح الرواۃ حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

یمکن ان یستدل بہ علی کون الاسبال من مفاسد الصلوٰۃ لان قولہ لایقبل صالح للاستدلال بہ (ص ۱۳۷ ج ۱)

یہی مسلک حافظ ابن حزمؒ کا ہے، انہوں نے مجاہد تابعی سے نقل کیا ہے۔

کان یقال من مس ازارہ کعبہ لم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ، اس کے بعد لکھا ہے فھذا مجاھد یحکی عمن قبلہ ولیسوا الا الصحابۃ ...... ولا نعلم لمن ذکرنا مخالفا من الصحابۃ۔ (محلی ص ۷۴ جلد ۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنن ابی داؤد (ص ۲۴۳ جلد ۱) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۴۷) اور فتح الباری ص ۱۵۴ جلد ۵) میں بحوالہ طبرانی روایت ہے انہ رای اعرابیا یصلی قد اسبل فقال المسبل فی الصلاۃ لیس من اللہ فی حل ولا حرام اھ

ان احادیث کی رو سے ٹخنے سے نیچے کپڑا رکھنا حرام ہے اور اس سے وضو و نماز کے ضیاع کا خطرہ ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس مسئلہ کے صحیح طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔

(بقیہ جرعات از صفحہ ۱۶۶)

ظروفھم مما یدخل تحت قواعد الکتاب والسنۃ   مناسب دستور مرتب کیا جائے۔

لیکن حالات و ظروف سے مناسبت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نصوص صریحہ تک کو مصلحت وقت کے لئے ترک کر دیا جائے۔ بلکہ یہ نہایت ضروری ہے کہ کوئی بھی قانون

ولا یصادم نصاً ولا یخالف شیئا   قرآن و حدیث کے نص صریح اور ضروریات دین

معلوما بالضرورۃ اھ (الشرع واللغۃ ص ۹)   سے متصادم نہ ہونے پائے۔

یہ ہے، مصر کے ایک محقق روشن خیال اہلحدیث عالم کا مجوزہ قابل عمل حل۔ اس مسئلہ کا جو قدیم و جدید اصحاب میں بلاوجہ معقول باعث نزاع بنا ہوا ہے اس حل کا بنیادی محور یہی ہے کہ دستور کی اصل بنیاد نصوص قرآن و حدیث ہوں۔ جن مسائل میں قرآن و حدیث کے صاف صاف فیصلے موجود ہیں، ان کو نہ "فردی اجتہاد" بدل سکتا ہے نہ اجتماعی نہ کوئی قانونی کمیشن نہ کوئی قومی اسمبلی۔ اس لئے کہ یہ صریح فیصلہ جات اجتہاد کے دائرہ کار ہی سے باہر اور بالا تر ہیں۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من ...... امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً بعیدا۔ (الاحزاب)